''جگو''

''جگو ارے او جگو۔۔ آنکھیں تو کھول۔ دیکھ تو سورج نیچے آ گیا ہے۔ اب اٹھ بھی جا۔۔ تجھے تو پتا ہے کام کتنا زیادہ ہوتا ہے کہ دن بھی چھوٹا پڑ جاتا ہے۔ اور میرے لال تو ہے بھی چھوٹا سا بچہ۔ یہ دن تیرے کھیلنے اور کھانے کے ہیں۔ پر میں کیا کروں میں جنم سے ہی بدنصیب۔ تیرے باپ کی بڑھتی ہوئی عمر اور پھر یہ غربت۔ تجھے کام کے لئے نہ اٹھاؤں تو گھر کا چھولہا کیسے جلے۔۔!'' بشراں نے ٹھنڈا سانس لے کر اپنا بستر تہہ کر کے رکھا۔

جگو ماں کے سب احساسات سے بے خبر بچپن کی متوالی نیند سوتا رہا۔ ماں نے پھر آواز دی۔ وہ پھر ان سنی کر کے کروٹ بدل کر سو گیا۔ اس ادا پر ماں کو اپنے بچے پر بے اختیار پیار آ گیا۔ اُس نے اِس کا سر بہت پیار سے گود میں رکھ لیا۔ اُس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔ خوبصورت گول مٹول چہرہ۔ بڑی بڑی خوبصورت بند آنکھیں۔ جھالر جیسی پلکیں۔ موٹے موٹے گال۔ وہ بہت دیر تک اس معصوم چہرے کو دیکھتی رہی۔ وہ اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔

کتنے مزاروں پر نذرانے چڑھائے۔ کس طرح گڑگڑا کر خدا سے دعائیں مانگیں تھیں۔ تو یہ اولاد کی نعمت ملی تھی۔ بہت ارمان سے اُس نے اِس کا نام جگنو رکھا تھا۔ جگو کے آنے سے اور اس کی پرورش کرنے کے لئے اس کی محنت کرنے کی طاقت بڑھ گئی تھی۔ وہ کسی درخت کے سائے میں اپنی چادر سے جھولا بنا کر اسے ہوا میں لٹا دیتی۔ کچھ دیر لوری سناتی اور اسکو سلا دیتی۔ جگو صبر سے کئی کئی گھنٹے اسی طرح سوتا رہتا اور وہ کھیت میں تیز تیز برق رفتاری سے محنت مزدوری کرتی۔

پھر جگو جھولے کی عمر سے نکل کر کچھ بڑا ہوا۔ زمین پر بیٹھ کر کھیلنے لگا۔ تو وہ اسے کسی صاف جگہ پر لکڑی اور مٹی سے بنے کھلونے ڈال کر بٹھا دیتی۔ اور کام میں لگ جاتی۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں آ کر دیکھتی اور پھر چلی جاتی۔ صبح سے شام ہو جاتی۔ پھر وہ اُسے سینے سے لگا کر گھر آ جاتی۔ تمام دن کی مشقت۔ زمیندار کی کڑوی کٹوری باتیں اور تھکن سے جب اس کا چہرہ دیکھتی تو سب بھول جاتی۔ اس کا شوہر کھانے میں نمک کی زیادتی پر کتنا ہی ڈانٹتا۔ اسے سنائی ہی نہیں دیتا۔ وہ اسے سینے سے لگائے سوتے جاگتے اس کے بڑے ہونے کے خواب دیکھتی رہتی۔ اسی طرح کچھ اور وقت بیتا۔

اب جگو بھاگنے دوڑنے لگا تھا۔کبھی چڑیوں کی پیچھے تو کبھی مرغی کے چوزوں کے پیچھے۔تو کبھی ماں کے پیچھے۔ شام ہونے پر وہ اسے ایک باریک کپڑے میں جگنو باندھ کر ہاتھ میں دے دیتی۔ وہ اسے ہلاتا۔جگنو چمکتے تو وہ بہت خوش ہوتا۔معصوم سے چھوٹے چھوٹے قہقہے لگاتا۔ ماں کو لگتا جیسے ساری دنیا رقص کر رہی ہے۔گا رہی ہے۔وہ خود بھی اسے گود میں اٹھا کر ناچنے لگتی۔ پھر گلے سے لگا کر پیار کرتی۔اور کہتی۔

''میرے بچے تو بھی تو میرا جگنو ہے میرا چاند ہے۔ بڑا ہو گا تو دنیا دیکھے گی تو کیسا گھبرو جوان نکلے گا۔''

اب وہ ہر شام اپنے لئے خود جگنو تلاش کرتا پھرتا۔کئی جگنو پکڑ لیتا۔تو خوشی سے پھولا نہ سماتا۔جگنو پکڑنا اس کا دلچسپ مشغلہ تھا۔وہ سمجھتا تھا کہ جیسے وہ خود بھی ایک جگنو ہی ہے۔اس سے بھی روشنی نکلتی ہے۔وہ جگنو کو جگو کہتا تھا۔سب لوگ اسے بھی جگو کہہ کر پکارنے لگے۔جگنو اس کا نام پیچھے رہ گیا اور وہ 'جگو' کہلانے لگا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ آٹھ سال کا ہو گیا۔چھوٹی عمر میں ہی بہت سمجھدار ہو گیا تھا۔اسے یہ اچھی طرح سمجھ آ گئی تھی کہ اس کا نام جگنو ضرور ہے لیکن اس سے کوئی روشنی نہیں نکلتی۔اب اس نے جگنو کے پیچھے بھاگنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ دور سے بیٹھا دیکھتا اور خوش ہوتا۔اس کا باپ اکثر اسے گدھے پر بیٹھا کر جنگل لے جاتا۔وہ صبح سے شام تک جنگل میں درختوں سے گری سوکھی لکڑیاں اٹھا اٹھا کر ایک جگہ جمع کرتا۔اور شام ہونے پر دونوں باپ بیٹے گدھے پر لکڑیاں لادھ کر گھر لے آتے۔دوسرے دن وہی لکڑیاں نزدیک کسی بستی میں جا کر بیچ آتے۔واپسی پر آٹا، دال، سبزی لے آتے۔اس طرح ان کے گھر کا خرچ چل رہا تھا پہلے کھیتوں میں کام کر کے اچھی طرح گزر بسر کر لیتے تھے۔لیکن کچھ دنوں سے اچانک زمینیں نمک کی وجہ سے بنجر ہونے لگیں۔اکثر لوگ وہاں سے نقل مکانی کرنے لگے۔پھر کسی نے وہاں اینٹیں بنانے کا بھٹہ لگا لیا۔اور یوں ماں اور باپ کو وہاں مزدوری مل گئی۔لیکن جگو کے باپ نے پھر بھی جنگل سے لکڑیاں جمع کرنا نہیں چھوڑیں۔اب جگو بھی دس سال کا ہو گیا تھا۔اکثر منہ ادھیرے دونوں باپ بیٹا نکل جاتے۔دھوپ نکلنے تک واپس لوٹ آتے۔اور پھر بھٹے پر جا کر سانچوں میں گوندھی ہوئی مٹی ڈالکر اینٹیں بناتے۔

جگو کی عمر چھوٹی تھی لیکن ہمت بہت تھی۔وہ بھٹے پر تمام دن بڑوں کے برابر کام کرتا۔اس کا باپ اب کچھ بیمار رہنے لگا تھا۔اینٹیں بنانا محنت طلب تھا۔اس لئے وہ اکثر گھر پر رہتا۔ماں بیٹا دونوں کام پر جاتے۔اور تمام دن

کام کرتے۔ پورادن ایسے گزر جاتا جیسے ایک پل ہو۔

ماں گود میں بیٹے کا سر رکھے بہت دیر بیٹھی رہی۔ جگو گہری نیند میں تھا۔ شاید کوئی میٹھا خواب دیکھ رہا تھا۔ ماں نے پھر آواز دی۔

''جگو۔ او جگو۔۔ اٹھ بیٹا۔۔ دیکھ تو کتنی دھوپ پھیل گئی ہے۔! سارے بچے اینٹیں بنانے آ گئے ہونگے۔ اور تو ابھی تک سو رہا ہے۔ چائے کیتلی میں پڑے پڑے ٹھنڈی ہوگئی ہے۔ روٹی بھی ٹھنڈی ہو کر سوکھ گئی۔ اور تو ہے کہ اٹھتا ہی نہیں۔ سوئے جا رہا ہے۔''

''ماں کیا ہے۔۔؟ اگر میں آج کام پر نہ جاؤں تو کیا ہو جائے گا۔۔؟ کیا گھر میں آٹا اتنا بھی نہیں کے ہم دو دن روٹی کھا سکیں۔۔۔!''

جگو نے کروٹ بدل کر آنکھیں بند کئے کئے ماں سے کہا۔۔

ماں کا دل بھر آیا۔

''نہ پتر! ایسے نہ کہہ۔ تیری ماں ہے نا۔ آج تیرا دل جانے کو نہیں جاتا تو نہ جا۔ میں چلی جاؤنگی۔ آج کی دھاڑی نہ ماری جائے تو اچھا ہے۔ تجھے تو معلوم ہے ٹھیکیدار کتنی سخت طبیعت کا ہے۔ ذرا دیر ہو جائے تو وہ کام کسی اور کو دے دیتا ہے۔ چل پتر تو آرام سے سو میں جا رہی ہوں۔ پر چائے ضرور پی لینا۔ اور روٹی بھی کھا لینا۔۔!''

پھر دروازہ بند کرتے ہوئے پھر بولی۔ ''دھوپ تیز ہونے لگی ہے۔ کمرے میں جا کر سو جانا۔''

جگو کچھ دیر لیٹا رہا۔ دھوپ بڑھی تو اٹھا۔ کیتلی میں چائے ٹھنڈی اور کالی ہوگئی تھی۔ روٹی بھی چنگیری میں ایسے ہی رکھی رہی اسکا کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ ماں کام پر جا چکی تھی۔ کام پر جاتا تو ٹھیکیدار سے ڈانٹ بھی کھاتا۔ اور کام بھی نہیں ملتا۔ اب کیا کرے۔۔؟؟ دھوپ سے بستر بھی گرم ہو گیا تھا۔ اسلئے لیٹنے کا مزہ بھی ختم۔ اسنے اپنا رومال گلے میں ڈالا۔ تکیے کے نیچے سے بانسری نکالی۔ گھر کا دروازہ بند کیا اور جنگل میں نکل گیا۔ گھومنے میں بھی مزہ نہیں آیا۔ تو ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا۔ آسمان کو دیکھنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں بادل گھر آئے۔ موسم اچھا ہو گیا۔ آسمان پر چھوٹے بڑے بادلوں کے ٹکڑے ایک دوسرے کے پیچھے اس طرح بھاگ رہے تھے۔ جیسے گاؤں کے بچے اکھٹے کھیل رہے ہوں۔ یا پھر بے مقصد

گھوم رہے ہوں بھاگ رہے ہوں۔اس کا چھوٹا سا ذہن بھی اس طرح ادھر ادھر بھٹکنے لگا۔اس نے اپنے چھوٹے ہاتھ دیکھے جو تمام دن مٹی سے بھرے اینٹیں بنا رہے ہوتے ہیں۔اس کی پتلی سی کمر درد کرنے لگتی ہے۔لیکن وہ پھر بھی شام تک کام کرتا رہتا ہے۔اس نے بہت دکھ سے سوچا۔ وہ کون ہے۔۔؟ کیا وہ ہر روز لکڑیاں چن کر گدھے پر لادھ کر ہر روز اسی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہے گا یا پھر گیلی مٹی سانچے میں ڈال کر اینٹیں بناتا رہے گا۔۔۔؟

اب جگو آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا۔کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میری بانسری سے ایسا کوئی سرُ نکلے ہوائیں تیز تیز چلنے لگیں۔ساری سوکھی لکڑیاں زمین پر گرِ یں۔اور دیکھتے ہی دیکھتے ہوا انہیں ایک جگہ ڈھیر کر دے۔یا پھر گیلی مٹی سانچوں میں خود بخود گرنے لگے اور اینٹیں بنکر بھٹے میں چلی جایا کریں۔اور میں دور بیٹھا بانسری بجاتا رہوں۔ بجاتا رہوں۔نہ میرے ہاتھ گندے ہوں اور نہ میری ٹانگیں تھکیں۔کیا میرے اندر کوئی ایسی طاقت نہیں ہے کہ میں ایسا کروں۔۔۔؟؟

اب جگو خیالوں ہی خیالوں میں بانسری بجانے لگا۔آنکھیں بند کئے۔دنیا سے غافل وہ بجائے جا رہا تھا۔ آنِ واحد میں اس کی بانسری ہواؤں کے ساتھ گھومنے لگی۔اس نے دیکھا درختوں سے سوکھی لکڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی ہیں اور تیز ہوا کا جھکڑ انہیں ایک جگہ اکھٹا کر رہا ہے۔کچھ ہی دیر میں اسنے دیکھا اینٹوں کے بھٹے پر بھی اینٹیں خود بخود بنتی جا رہی ہیں۔اور بھٹے کی طرف اس طرح اڑتی جا رہیں ہیں جیسے کوئی جادوئی طاقت لے جا رہی ہو۔پل بھر میں یہ سب کچھ ہوا۔اور جیسے ہی وہ سانس لینے کے لئے رکا۔بانسری کی لے ٹوٹ گئی۔اور سب کچھ رک گیا۔اسنے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔سب کچھ ویسا ہی تھا۔

وہ چھوٹا سا بچہ تھا۔وہ سوچنے لگا یہ سب کیا تھا۔۔؟ کیا میں سو رہا تھا۔۔؟ یا پھر خواب دیکھ رہا تھا۔۔؟ اسنے پھر آنکھیں بند کر کے بانسری ہونٹوں سے لگالی۔لیکن اس کا سرُ کہیں کھو گیا تھا۔وہ بے چینی کے عالم میں اِدھر سے اُدھر بھاگتا رہا۔اس کی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔کہ وہ کیا تھا۔۔۔؟ اور اب پھر ایسا کیوں نہیں ہو رہا۔۔۔؟ وہ پھر گھر کی طرف بھاگنے لگا۔شام بھی ہو گئی تھی۔ماں بھی گھر آ گئی تھی۔بال اس کے بکھرے ہوئے تھے۔آنکھیں بھی سرخ تھیں۔ماں نے بڑھ کر گلے سے لگالیا۔اور اس کا ماتھا چومنے لگی۔وہ بری طرح بخار سے تپ رہا تھا۔

''پتر تو کہاں چلا گیا تھا۔۔؟ تو تو بخار سے جل رہا ہے۔۔!'' ماں نے بستر پر لٹایا۔ گھڑے سے کٹورے میں پانی بھرا اور کپڑا بھگو بھگو کر اس کا منہ، ہاتھ اور پیر صاف کرتی رہی۔ جگو بے سدھ پڑا تھا۔

جیسے تیسے رات بیتی۔ صبح ہوئی۔ بخار تھا کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ ماں اسے ٹھیک کرنے کے لئے جو کچھ کر سکتی تھی کر رہی تھی۔ لیکن جگو ٹھیک نہیں ہوا۔ شہر میں جگو کی خالہ رہتی تھی۔

اسکی ماں اسکو لے کر بہن کے گھر جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ اسے یقین تھا۔ شہر میں ہسپتال ہے۔ جگو وہاں جا کر جلدی ٹھیک ہو جائے گا۔ یہاں کام کرتے کرتے تھک گیا ہے۔ بیمار بھی اسی وجہ سے ہوا ہے۔ وہاں بہن کے بچے ہیں ان کے ساتھ کھیلے گا تو خوش ہوگا۔ اور پھر سے پہلے جیسا ہو جائے گا۔ جگو دو دن کا سفر طے کر کے خالہ کے گھر پہنچا۔ بخار بھی کافی حد تک کم ہو گیا تھا۔

جگو خالہ کے گھر پہلی بار آیا تھا۔ یہ ایک چھوٹا لیکن صاف ستھرا شہر تھا۔ وہ پہلی بار شہری زندگی دیکھ رہا تھا۔ چوڑی صاف سڑکیں۔ سڑکوں کے ارد گرد اونچے اونچے درخت۔ دوڑتی ہوئی بسیں۔ کاریں۔ رکشہ۔ سائیکل۔ سب ہی کچھ برق رفتاری سے چل رہا تھا۔ جہاں سے راستہ مڑتا تھا وہاں ایک چوکی ہوتی تا کہ پیدل چلنے والے آسانی سے سڑک پار کر سکیں۔ بڑے چھوٹے پکے گھر۔ اس کی خالہ کا بھی گھر ایک سڑک کے نزدیک بہت صاف ستھری جگہ پر تھا۔ تھا تو چھوٹا سا گھر لیکن اُس کے گھر سے بالکل مختلف۔ دو کمرے اور ایک برآمدہ اور کھلا سا صحن۔ جہاں پھولوں کی کیاریاں سجی تھیں۔ اسے خالہ بھی اپنی ماں سے مختلف لگی۔ خالہ کے دو بیٹے تھے جو اس سے کچھ بڑے تھے۔ خالو کسی فیکٹری میں کام کرتا تھا اور خالہ بھی کہیں کام کرتی تھی۔ خالہ نے جگو کا بستر اپنے بچوں کے کمرے میں لگا دیا۔ جگو صبح اٹھنے کا عادی تھا لیکن بخار نے کافی کمزور کر دیا تھا۔ اور نئی جگہ بھی تھی اسلئے چپ چاپ بستر میں لیٹا رہا۔ اسکے خالہ کے بیٹے خاموشی سے اٹھے۔ صاف ستھرا یونیفارم پہنا۔ چھوٹی سی ٹیبل پر بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ اور اسکول چلے گئے۔ جگو بہت شوق سے انہیں تیار ہو کر اسکول جاتے دیکھتا رہا۔

اسکے لئے یہ سب کچھ بہت نیا اور دلچسپ تھا۔ کچھ دیر بعد ماں نے آ کر جگو کو پیار کر کے اٹھایا۔ خالہ نے بھی پیار کیا۔ اور تینوں نے ناشتہ کیا۔ اس کی ماں کی اور خالہ کی شکل ملتی تھی لیکن اس کی خالہ زیادہ اچھی نظر آ رہی تھی۔ جگو نے بہت

پیار سے اپنی ماں کو دیکھا۔اور دل میں سوچا۔میں کچھ بڑا ہو جاؤں۔اور اینٹیں بنانے کے بجائے کوئی اور کام کروں۔ زیادہ پیسے کماؤں اور اپنی ماں کو اچھے اچھے کپڑے خرید کر دوں تو پھر میری ماں خالہ جیسی لگے گی۔

خالہ نے کہا۔''جگو بیٹا۔کیا سوچ رہے ہو۔۔؟ ''

وہ کچھ شرمندہ سا ہو گیا۔ کچھ نہیں بولا۔

پھر خالہ نے بہت پیار سے جگو کے ماتھے کو چھو کر دیکھا۔ ''شکر ہے اب کافی اچھا لگ رہا ہے۔کل تو میں ڈر ہی گئی تھی۔!''

پھر اسنے بہن سے کہا۔ ''تیار ہو جاؤ۔میں آج کام پر دیر سے جاؤنگی۔نزدیک ہی ہسپتال ہے۔وہاں سے جگو کو دیکھا کر دوا دِلا کر پھر چلی جاؤنگی۔جگو میرے گھر پہلی بار آیا ہے۔اب یہ میرے پاس بہت دن تک رہے گا۔جانے کی جلدی نہ کرنا۔!''

تھوڑی ہی دیر میں جگو ہسپتال میں تھا۔ڈاکٹر نے اچھی طرح دیکھا۔دوائی دی اور کہا۔

''پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔موسمی بخار تھا دو تین دن دوا کھائے گا تو بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔۔''

جگو کو ہسپتال بھی بہت اچھا لگا۔اس کے گاؤں میں تو ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔کئی دنوں سے اسے سب ہی کچھ نیا اور اچھا اچھا دکھائی دے رہا تھا۔کبھی خوش ہوتا تھا تو کبھی پریشان ہو جاتا تھا۔

خالہ کے گھر رہتے ہوئے کئی دن ہو چکے تھے۔اسکی خالہ کے بیٹے اسکول سے آ کر اس کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔اکثر وہ تینوں ل کر کبھی لوڈو تو کبھی کیرم بورڈ یا پھر کرکٹ کھیلتے۔جگو کا وقت بہت اچھا گزر رہا تھا۔ایک ہفتہ گزرنے پر ماں نے اس سے کہا۔

''بیٹا کل صبح اپنے گھر چلتے ہیں۔تمہارا ابا بھی انتظار کرتا ہوگا۔۔''

جگو خاموش ہو گیا۔صبح اٹھ کر تیار ہوا۔اور پھر اداس ہو کر بیٹھ گیا۔

''ماں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم گاؤں کبھی نہ جائیں۔یہاں ہی رہیں۔میں بھی ہر صبح اسکول جایا کروں۔۔؟''

اس کی ماں سوچ میں پڑ گئی۔وہ یہاں کیسے رہ سکتی ہے۔نہ گھر ہے اور نہ روزگار۔گاؤں میں گھر بھی ہے اور پیٹ

بھر روٹی بھی مل جاتی ہے۔اور یہی سچ ہے لیکن اپنے پیارے بیٹے کا دل کیسے میلا کرے۔

جگو بہت سمجھدار تھا۔اس نے ماں سے کہہ تو دیا لیکن خود بھی سوچ میں پڑ گیا۔بہت دیر سوچنے کے بعد بولا۔

''ماں بس ایک دو دن اور رک جاؤ۔پھر واپس چلے جائینگے۔ہمارا گھر گاؤں میں ہے ہم وہیں رہیں گے۔تم اداس نہ ہو ماں ہمارا گاؤں بھی اچھا ہے اور ہمارا گھر بھی اچھا ہے۔جو چیز اپنی ہوتی ہے وہی اچھی ہوتی ہے۔۔!''

اس کی ماں کو اب اور بھی دکھ ہوا۔میرا بیٹا چھوٹی سی عمر میں بہت بڑا ہو گیا ہے۔بڑی بڑی باتیں سوچنے لگا ہے۔

اگلے دن چھٹی تھی۔رات کو ٹی وی پر کوئی میوزیکل پروگرام آ رہا تھا۔جگو دیر تک بہت شوق اور غور سے پروگرام دیکھتا رہا۔خالہ کے گھر اور بھی کئی دور پار کے رشتہ دار آئے ہوئے تھے۔ پروگرام ختم ہوا تو باتیں شروع ہو گئیں۔پروگرام میں جولڑ کا گانے گا رہا تھا۔سب اسکی تعریف اور باتیں کرنے لگے۔وہ گلوکار بہت ساری جگہ پروگرام کر کے پیسے جمع کر کے ایسی جگھوں پر اسکول کھولنے کا ارادہ رکھتا تھا جہاں اسکول نہیں تھے۔جگو سب کی باتیں غور سے سنتا رہا۔چھوٹا سا بچہ تھا حالات نے وقت سے پہلے بڑا بنا دیا تھا۔رات کو سونے لیٹا تو سوچنے لگا کیا میں ایسا نہیں کر سکتا کہ میں بھی بڑا ہو کر ایسا ہی سوچوں۔ایسا ہی کوئی کام کروں۔۔جہاں رہتا ہوں اس جگہ کو بناؤں۔پر کیسے۔۔؟

اس سوال پر آ کر اسکا ذہن رک گیا۔وہ تو ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔گھر میں کھانا پکنے کے لئے دن بھر بھٹے پر اینٹیں بناتا ہے۔جنگل سے لکڑیاں جمع کرتا ہے۔کوئی بڑا کام تو تب کر سکتا ہے جب علم حاصل کرے۔اسکے یا ماں باپ کے پاس ایسا کیا ہے کہ وہ اپنی خواہشات پوری کر سکے۔سوچتے سوچتے سو گیا۔رات کو اسنے خواب دیکھا کہ وہ سنگر اور وہ خود، دونوں ساتھ بیٹھیں ہیں۔ وہ اُس سے بانسری کی خوبصورت دھنیں بنانا سیکھ رہا ہے۔جگو صبح اٹھا تو بہت خوش تھا۔ابھی گھر کے سب لوگ سو رہے تھے۔وہ اٹھا اور بانسری لے کر باہر نکل گیا۔گھر سے کچھ فاصلے پر جا کر اس نے بانسری ہونٹوں سے لگائی۔اس سے نئے سُر نکل رہے تھے۔وہ حیران ہو گیا۔آنکھیں کھول کر خود کو دیکھا۔وہ حقیقت میں جاگ رہا تھا۔کوئی خواب نہیں تھا۔اسنے پھر آنکھیں بند کر لیں۔اور بانسری ہونٹوں سے لگا لی۔بہت دیر تک بجاتا رہا۔کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں۔تو اسکے ارد گرد اسکے کزن خالہ اور خالو بیٹھے اسکو حیرت اور خوشی سے دیکھ رہے تھے۔خالہ نے بڑھ کر جگو کو چوم لیا۔''ہمارے گھر میں بھی ایک آرٹسٹ پیدا ہو گیا ہے۔۔۔!''

خالو بھی بہت خوش ہوئے۔شاباشی دی۔اور پھر جگو کی ماں سے کہا۔

''بشراں بہن۔جگو کی جگہ شہر میں ہے۔اسے گاؤں لے جا کر اسکے ساتھ زیادتی نہ کرو۔میں اسے یہاں اسکول میں داخل کراتا ہوں۔یہ ضرور اپنی جگہ بنالے گا۔''

جگو کی ماں خوشی سے رو پڑی۔

''پرویز بھائی۔پڑھائی کا خرچہ ہم کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔۔؟ باپ اسکا بیمار رہتا ہے۔ہم دونوں ماں بیٹا مزدوری کرتے ہیں تو ہمارے گھر کا کھانا پکتا ہے۔''

اسکا خالو کچھ دیر کے لئے خاموش ہوا۔پھر بولا۔''ٹھیک ہے۔تم محنت مزدوری کرو۔جگو آج سے میرا تیسرا بیٹا۔ اگر میرے تین بیٹے ہوتے تو تب بھی میں خرچ اٹھاتا۔تم یہاں رہ کر شہر کے طور طریقے سیکھ لو۔تمہاری بہن جہاں کھانا بناتی ہے۔کل سے تم بھی ساتھ جاؤ۔پہلے کچھ دن کام کو سمجھو۔کرنا سیکھو۔کچھ ہی دن میں کہیں نہ کہیں کام مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارادہ دیکھتا ہے۔پھر راستہ نکال دیتا ہے۔''

اور جگو کی ماں اپنے بیٹے کے مستقبل کے لئے رک گئی۔اگلے ہی دن سے بہن کے ساتھ کام پر جانے لگی۔اور جگو بھی یونیفارم پہن کر اسکول جانے لگا۔کچھ ہی دن میں اسکی ماں شہری کھانے وہاں کا رہن سہن اور گھر رکھنے کا طریقہ سیکھ گئی۔جہاں بہن کام کرتی تھی اس کے ساتھ والی کوٹھی میں مستقل کھانا پکانے کا کام کرنے لگی۔کوٹھی میں کواٹر بھی تھا۔وہ مل گیا اور جگو کے ساتھ وہاں رہنے لگی۔

جگو اسکول سے آ کر تمام وقت خالہ کے گھر گزارتا۔اور اپنے خالہ ذات بھائیوں سے پڑھتا رہتا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے اسکی قابلیت اتنی بڑھ گئی۔کہ اسکے خالو نے اسکو پرائمری اسکول سے اٹھا کر ہائی اسکول میں داخل کرادیا۔ اسے شہر میں رہتے ہوئے دو سال ہو گئے تھے۔دو سال پہلے وہ جگو تھا۔اب اس کا نام جگنو ہو گیا تھا۔ساتویں کلاس کا ایک ہونہار طالبِ علم۔وہ ہر روز رات کو اپنے لئے دعا کرتا۔اے خدا مجھے علم کی دولت سے مالا مال کردے۔مجھے اتنا لائق بنادے کہ میں اپنے گاؤں میں اسکول بناؤں۔ہسپتال بناؤں۔تاکہ وہاں کے بچے میری طرح پڑھ لکھ کر بڑے ہوں۔ بیمار ہوں تو بغیر دوا کے گھر میں نہ پڑے رہیں۔

جگو کی قسمت اچھی تھی۔اللہ کو اس کا ارادہ پسند آیا۔جس گھر میں اس کی ماں کھانا بناتی تھی اس گھر کا ایک لڑکا پڑھنے کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔جب وہ واپس آیا تو اسکے ساتھ سامان میں تمام میوزیکل انسٹرومنٹ تھے۔وہ ایک میوزک اکیڈمی بنانا چاہتا تھا۔جگنو بھی ان دنوں میٹرک کے امتحانوں کے بعد فارغ تھا۔اکثر اپنی بانسری لے کر بیٹھا ہوتا اور اس کے سرُوں سے کھیل رہا ہوتا تھا۔جگو تھا بھی بہت پیارا اور آداب والا نوجوان۔اور یوں اس کی دوستی اس گھر کے مالک کے ساتھ ہو گئی۔اور وہ ان کے بینڈ میں شامل ہو گیا۔کچھ ہی دن میں اس کے اندر کے آرٹسٹ کو باہر نکلنے کی راہ مل گئی۔

اب وہ ایک اچھے میوزیشن کے ساتھ ساتھ ایک اچھا سنگر بھی تھا۔یہ تمام صلاحیتیں اسے خدا نے عطا کی تھیں۔اسے وعدہ جو پورا کرنا تھا۔اسے وہ حق جو ادا کرنا تھا جو اسے اسکے گاؤں کی مٹی نے سوکھی لکڑیوں نے اس کا ساتھ دیا تھا۔وہ مٹی وہ سوکھی لکڑیاں اسکے رزق کا وسیلہ بنی تھیں۔وہاں سے اسے زندگی ملی تھی۔اسے اس مٹی سے پیار تھا۔جس سے وہ اینٹیں بنایا کرتا تھا۔پہلی بار جب وہ اپنے بینڈ کے ساتھ باہر نکلا اسے دنیا بالکل نئی اور مختلف لگی۔کئی دن تک وہ کھویا رہا۔ایک سحر تھا۔جادو تھا۔دل نے مچل کر کہا۔رک جاؤ۔یہاں زندگی کی ہر خوبصورتی ہے۔وہ خوبصورتی اور آسائشوں میں کچھ وقت کے لئے کھو گیا۔

ایک دن وہ دوستوں کے ساتھ کنٹری سائیڈ دیکھنے گیا۔وہاں اسنے گاؤں دیکھا۔لہلہاتے سرسبز کھیت۔بھیڑوں کے ریوڑ فارم ہاؤس میں بہت ہی منظّم ہری گھاس کے درمیان خوبصورتی سے اپنی اپنی جگہ کچھ کھڑے تھے۔اور کچھ خراماں خراماں انداز میں ٹہل رہے تھے۔کسی کے جسم میلی مٹی میں لتھڑے ہوئے نہیں تھے۔کہیں بھی بچے پھٹے ہوئے کپڑوں میں ننگے پیر مزدوری نہیں کر رہے تھے۔غیر ارادی طور پر اسنے اپنے ہاتھ دیکھے۔صاف ستھرے صحت مند ہاتھ۔اچھی ڈریسنگ۔پسینے کی بدبو کے بجائے جسم اور کپڑوں سے مہکتی ہوئی عمدہ خوشبو۔خدا کی اتنی بڑی عنایت۔وہ سر سے پیر تک کانپ گیا۔اسے اپنا بچپن یاد آ گیا۔اینٹوں کے بھٹے پر پھٹے پرانے کپڑوں میں ننگے پیر پسینے میں ڈوبا ہوا وہ خود اور اسکے اردگرد بے شمار بچے۔دھول سے اٹے بال۔خشک گلے۔پتھرائے ہوئے ہونٹ۔بھوکے پیٹ اور تیز تیز چلتے ہوئے لاغر ہاتھ۔نہ کوئی امید اور نہ کوئی خواب۔منہ اندھیرے اٹھنا۔اور مشینی انداز میں بھٹے پر آ کر کام کرنا۔یہ تو اسکی ماں اچھی تھی جو ہر شام اسکا منہ ہاتھ دھلاتی تھی۔بالوں میں بہت پیار سے کنگھی کرتے ہوئے کہتی۔

''میرا جگو تو بہت بڑا آدمی بنے گا۔''

اس کی روٹی پر گھی چپڑ کر چھوٹے چھوٹے نوالے کھلاتی۔ بکری سے نکلا ہوا ایک پیالہ دودھ پلاتی۔ اور کبھی کوئی کہانی اور کبھی کوئی لوری سنا کر ہر روز سلاتی۔ وہ سو جاتا اور اچھے اچھے خواب دیکھتا۔ ایک دن اسکے باپ نے ایک سوکھے بانس کو کاٹ کر ایک بانسری بنائی۔ پہلے اسنے خود اپنے ہونٹوں سے لگائی۔ اس سے نکلتی ہوئی آواز اسے اچھی لگی۔ جگو اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھنے لگا۔ جب بھی تھکنے لگتا تو اس کے ساتھ کھیلنے لگتا اور اپنی تھکاوٹ بھول جاتا تھا۔ کئی مرتبہ اسے ٹھیکیدار سے ڈانٹ بھی پڑی۔ لیکن اس کا اثر اس پر اور بھی اچھا ہوا۔ اس نے اپنی بانسری چھپا کر رکھنی شروع کردی۔ اور جیسے ہی وقت ملتا وہ اُسے پہلے سے بھی زیادہ دیر تک بجاتا۔ اسے ایسا کرنے میں بہت سکون ملتا تھا۔ اس وقت بھی اسے وہی سکون ملا۔

اتنا کچھ یاد آنے پر اسے اپنا گاؤں اپنے لوگ بہت شددت سے یاد آئے۔ اسنے سوچا اگر میں یہاں کی خوبصورتی میں کھو یا رہا تو کیا میرا گاؤں اور وہاں کے لوگ ہمیشہ ایسی ہی زندگی گزارنے پر مجبور رہیں گے۔ بھوکے پیاسے موسموں کے محتاج۔ اگر میری ماں کی محنت اور میرے خالو کی دانشمندی میری زندگی بدل سکتی ہے تو کیا میری اچھی خواہشات اور خدا سے دعائیں، کیا میرے لوگوں کی میرے گاؤں کی حالت نہیں بدل سکتی۔۔۔؟

اسنے خدا سے دعا مانگی۔ خود سے وعدہ لیا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ محنت اور جذبے کے ساتھ شہر شہر اور ملک ملک پروگرام کرتا رہا۔ اسکا ٹیم منیجر اور اس کے بینڈ کے سارے ساتھی اس کی لگن اور محنت پر حیران تھے۔ وہ رات رات بھر کام کرتا۔ نئی نئی دھنیں بناتا۔ پوئیٹری لکھتا۔ پریکٹس کرتا۔ اس کی محنت کے صلہ میں اللہ کے حکم سے اس کی خوبصورت آواز جگہ جگہ گونجنے لگی۔ ہر جگہ اس کا نام تھا۔ اسکے جذبے کی صداقت خدا جانتا تھا۔ کوئی حاسد اسکو نقصان نہیں پہنچا سکا۔ اس کے مقاصد میں اسکے اچھے ساتھی بن گئے۔ کچھ وقت گزارنے کے بعد وہ اپنے وطن آیا۔ اپنے گاؤں گیا۔ گاؤں کی حالت میں کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اپنی بانسری لیکر گاؤں کے ہر حصے میں گیا۔ جہاں وہ کبھی کھیلا کرتا تھا۔ بہت دیر وہاں بیٹھ کر بانسری بجاتا تھا۔ اور پھر خدا سے دعا کرتا تھا۔ اپنے گاؤں کی بھلائی کے لئے۔ خوشحالی کے لئے۔ اکثر دعا کرتے ہوئے اس کی آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔ ان درختوں کے نیچے بھی گیا جہاں سے وہ سوکھی لکڑیاں چنا کرتا تھا۔ اس

بھٹے پر بھی گیا جہاں وہ تمام دن اینٹیں بنایا کرتا تھا۔اس کے مالک سے ملا۔اب وہ پہلے جیسا خوفناک نہیں رہا تھا۔کافی بوڑھا ہو گیا تھا۔اور رحمدل بھی۔وہ جگو کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔جگو اس کے پاس کافی دیر بیٹھا۔وہ اس کا بہت شکر گزار تھا کہ اسنے اب تک اس کے گاؤں کی بچی کچی آبادی کو روزگار دیا ہوا تھا۔جگو دوسرے دن پھر آنے کے وعدے سے اٹھا۔دو دن بعد پھر گیا۔اور جب واپس ہوا تو اسنے وہ زمین جہاں وہ بیٹھ کر اینٹیں بنایا کرتا تھا۔وہ اچھی قیمت دے کر خرید لی تھی۔اب وہ وہاں اسکول کی عمارت کھڑی کرنا چاہتا تھا۔

بھٹے والے کے پاس اسی گاؤں کے دوسرے حصے میں کافی زمین تھی۔اسنے جلد ہی وہاں سے اپنا کاروبار اٹھا لیا۔جگو دن ورات خدا سے اپنے گاؤں کی حالت بدلنے کے لئے دعا کرتا رہا۔خدا نے اس کی دعا سن لی اور معجزانہ طور پر قبول کی۔بادل گھر کر آئے۔کئی دن مسلسل بارش رحمت بن کر برسی۔اور جب بارش رکی تو زمین کا سارا نمک بہہ گیا۔کچھ ہی دنوں میں بنجر زمین سرسبز لباس پہن کر لہلہانے لگی۔

درخت پھولوں سے لدھ گئے۔ہر قسم کے پرندوں نے آکر جشن بنایا۔اکثر نے اپنے گھونسلے بنا کر اپنے انڈے رکھ لیئے۔جو لوگ ہجرت کر کے نقل مکانی کر گئے تھے۔وہ بھی آہستہ آہستہ ڈھول بجاتے ناچتے گاتے واپس اپنے گھروں کو آکر مرمت کرنے لگے۔اور یوں گاؤں دوبارہ سے آباد ہو گیا۔جگنو کا اسکول بھی بنکر کھل گیا تھا۔گاؤں کے بچے صبح میں کھیتوں میں کام کرتے اور شام کو اسکول میں پڑھتے۔اور یہی نہیں یہاں پر بانس کی کاشت بھی بڑھ گئی تھی۔جگنو نے گاؤں کے کچھ ذہین بچوں کو شہر میں بانس کا فرنیچر بنانے کی اچھی ٹرینگ دلوائی اور کئی کارخانے بنائے۔پھر یہاں گھر کی آسائش کی اور بھی چیزیں بننے لگیں۔

اسی میں ایک دوکان صرف بانسریوں کی بھی تھی۔اور یہ دوکان بڑے شہروں کی طرح سجی ہوئی تھی۔جگو کے باپ کا نام کمال تھا۔لوگ اسے کمالا کہتے تھی۔اب وہ دنیا میں نہیں تھا۔جگو نے اپنے باپ کا نام زندہ رکھنے کے لئے اپنے گھر میں کھدر بنانے کی کچھ کھڈیاں لگوادیں۔بہت اچھی کوالٹی کا کھدر بننے لگا۔مارکٹ میں بہت مشہور ہوا۔

’کمالا کوٹج انڈسٹری‘۔دو چار سالوں میں شہر شہر میں کمالا کھدر مشہور ہو گیا۔بلکہ گاؤں کا نام بھی کمالا کہلانے لگا۔ جگنو بہت خوش تھا۔اس کے گاؤں میں چھوٹی چھوٹی کاٹج انڈسٹریز بن گئیں تھیں۔گاؤں کے بچے جگو کو اپنا ہیرو سمجھتے تھے۔

اوراس جیسا بنے کی کوشش میں دن رات لگے ہوئے تھے۔جگو بہت مطمئن تھا کہ اب اس کا گاؤں بے روزگاری کا شکار ہوکر خالی نہیں ہوگا۔میوزیک کی دنیا میں جگنو کا نام بہت چمکا۔گاؤں کے اور بھی کئی جوان جگنو کے نقشِ قدم پر چل کر آس پاس کے گاؤں کی حالت سنوارنے کی کوشش میں لگ گئے تھے۔اب وہاں بھی کوششیں جاری تھیں اوراچھے نتائج شروع ہوگئے تھے۔جگنواب اس کوشش میں اکیلا نہیں تھا۔اس کے ساتھ اسکی عمر کے ہی نہیں بلکہ اس سے چھوٹے بھی پیچھے پیچھے آرہے تھے۔

ختم شد:۔